



باغِ فدک

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

اہل تشیع کی بنیاد ہی غلو پر ہے، جیسا کہ مشہور شیعہ عالم محمد باقر مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار (26/267) میں یوں باب قائم کیا ہے:

بَابُ تَعْظِيمِهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلَى جَمِيعِ الْخَلْقِ.

”اس بات کا بیان کہ اہل بیت کو انبیائے کرام اور تمام مخلوق پر عظمت حاصل ہے۔“

ان کے نزدیک ائمہ معصومین تمام انبیا اور ساری مخلوق سے افضل ہیں، یعنی ان لوگوں نے اہل بیت کی محبت میں اس قدر غلو کیا کہ ان کو انبیائے کرام سے بھی افضل قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں جو لوگ انبیائے کرام جیسی مقدس ہستیوں کی گستاخی کے درپے ہوں، ان سے صحابہ کرام کے بارے میں کیا توقع رکھی جاسکتی ہے؟

امت کے سب سے بہتر اور افضل انسان سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول پر طعن و تشنیع کرنا تو گویا ان کا مذہبی فریضہ ہے۔ یہ لوگ خلیفہ اول، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس بنیاد پر غاصب اور ظالم قرار دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک مدینہ، خیبر اور فدک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں جو مال اور زمین تھی، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تھی۔ ان کے بقول وہ اہل بیت میں تقسیم ہونا چاہیے تھی، وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو کیوں نہ دی؟ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مطالبے پر بھی ان کو نہیں دی گئی۔۔۔

حالانکہ بدیہی بات ہے کہ یہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اجتہادی خطا تھی، کیونکہ اس دعویٰ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اہل بیت میں سے کوئی فرد شریک نہیں ہوا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دلیل کے ساتھ قائل کرنے کی کوشش کی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

اور اہل بیت میں سے کسی نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس حوالے سے غاصب یا ظالم نہیں کہا۔ وہ کہہ بھی کیسے سکتے تھے؟ وہ مال سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ غصب کیا، نہ اپنی ذات پر اس میں سے ایک پائی بھی خرچ کی، بلکہ خلیفہ ہونے کے ناطے ان کے پاس امانت تھا۔ ان کے بعد پھر یہی مال سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، ان کے بعد سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے پاس آ گیا۔

سوال یہ ہے کہ وہ مال سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اہل بیت کے مابین تقسیم کیوں نہ کیا؟ جو جواب یہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دیا جائے گا، وہی جواب وہاں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں سمجھا جائے۔ کیا اس بنا پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو غاصب قرار دیا جاسکتا ہے؟

اسی بارے میں امام اندلس، حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (368-463ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا الرِّوَاغُ فَلَيْسَ قَوْلُهُمْ مِمَّا يُشْتَغَلُ بِهِ، وَلَا يُحْكِي مِثْلَهُ، لِمَا فِيهِ مِنَ الطَّعْنِ عَلَى السَّلَفِ، وَالْمُخَالَفَةِ لِسَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ، -----، وَكَيْفَ يَسُوغُ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَظُنَّ بِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنَعَ فَاطِمَةَ مِيرَاثَهَا مِنْ أَبِيهَا، وَهُوَ يَعْلَمُ بِنَقْلِ الْكَافَةِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُعْطِي الْأَحْمَرَ وَالْأَسْوَدَ حُقُوقَهُمْ، وَلَمْ يَسْتَأْثِرْ مِنْ مَالِ اللَّهِ لِنَفْسِهِ، وَلَا لِبَنِيهِ، وَلَا لِأَحَدٍ مِّنْ عَشِيرَتِهِ شَيْءٍ، وَإِنَّمَا أَجْرَاهُ مَجْرَى الصَّدَقَةِ، أَلَيْسَ يَسْتَحِيلُ فِي الْعُقُولِ أَنْ يَمْنَعَ فَاطِمَةَ، وَيَرُدَّهَ عَلَى سَائِرِ الْمُسْلِمِينَ؟

”روافض کے قول کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے، نہ ہی اسے نقل کیا جائے، کیونکہ اس میں سلف صالحین پر طعن ہے اور مؤمنوں کے راستے کی مخالفت ہے۔ کسی مسلمان کے لیے



کیسے ممکن ہے کہ وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گمان کرے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ان کے والد محترم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت روک دی تھی؟ حالانکہ وہ تمام لوگوں کی نقل کی ہوئی اس بات کو جانتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر سرخ و سیاہ کے حقوق کو ادا کرتے تھے۔ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کے مال میں سے اپنی ذات، اولاد اور اپنے عزیز و اقارب میں سے بھی کسی کے لئے کچھ نہیں لیا۔ انہوں نے بیت المال میں آنے والے تمام مال کو صدقہ کی حیثیت سے لوگوں پر خرچ کیا۔ کیا عقلاً یہ محال نہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مال کو روک لیں اور اسے باقی مسلمانوں پر خرچ کر دیں؟“

(التمہید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید لابن عبد البر: 161/8-172)

باغِ فدک اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغِ فدک کو صدقہ کی حیثیت دی، جو کہ اہل بیت پر حرام ہے اور ان کا یہ فیصلہ بالکل برحق تھا، جیسا کہ:

① متواتر حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا نُورَثُ، مَا تَرَكَنَا صَدَقَةٌ».

”ہماری میراث نہیں ہوتی۔ ہم (انبیاء) جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔“

(صحیح البخاری: 6727، صحیح مسلم: 1761، عن أبي هريرة)

② ام المومنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ فَاطِمَةَ، عَلَيْهَا السَّلَامُ، أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ،

وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمْسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ، يَعْنِي مَالَ اللَّهِ، لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَزِيدُوا عَلَى الْمَأْكُلِ»، وَإِنِّي وَاللَّهِ! لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْ صَدَقَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَشْهَدَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَضِيلَتَكَ، وَذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِّنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ، فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي.

”سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا ایک آدمی بھیج کر نبی کریم ﷺ کی اس میراث کا مطالبہ کیا، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مالِ فتنے کی صورت میں دی تھی، یعنی آپ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ مدینہ کی اس جائیداد کے بارے میں تھا، (جس کی آمدن نبی کریم ﷺ مصارفِ خیر میں خرچ کرتے تھے) اور اسی طرح فدک کی جائیداد اور خیبر کے نمس کا بھی مطالبہ کیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ خود فرما گئے ہیں کہ ہماری میراث نہیں ہوتی، ہم (انبیاء) جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے اور یہ کہ آلِ محمد ﷺ کے اخراجات اس مال سے پورے کئے جائیں، مگر انہیں یہ حق نہیں ہوگا کہ کھانے کے علاوہ اور کچھ تصرف کریں۔ اللہ کی قسم! نبی کریم ﷺ کے جو صدقات آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا کرتے تھے، ان میں کوئی رد و بدل نہیں کروں گا، بلکہ وہی نظام جاری رکھوں گا، جو

نبی کریم ﷺ نے خود قائم فرمایا تھا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! ہم آپ کی فضیلت و مرتبہ کا اقرار کرتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اپنی قرابت داری اور اپنے حق کا ذکر کیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، نبی کریم ﷺ کے قرابت داروں سے حسن سلوک کرنا مجھ کو اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے زیادہ عزیز ہے۔“ (صحیح البخاری: 3711، 3712، صحیح مسلم: 1758)

شارح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) فرماتے ہیں:

وَ [صَدَقَةً] بِالنَّصَبِ عَلَى الْحَالِ، وَهِيَ دَعْوَى مِنْ بَعْضِ الرَّافِضَةِ، فَادَّعَى أَنَّ الصَّوَابَ فِي قِرَاءَةِ هَذَا الْحَدِيثِ هَكَذَا، وَالَّذِي تَوَارَدَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْحَدِيثِ فِي الْقَدِيمِ وَالْحَدِيثِ [لَا نُورُثُ]، بِالنُّونِ وَ [صَدَقَةً] بِالرَّفْعِ، وَأَنَّ لِلْكَلامِ جُمْلَتَيْنِ، وَ [مَا تَرَكْنَا] فِي مَوْضِعِ الرَّفْعِ بِالْإِبْتِدَاءِ، وَ [صَدَقَةً] خَبَرَهُ، وَيُؤَيِّدُهُ وَرُودُهُ فِي بَعْضِ طُرُقِ الصَّحِيحِ [مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةً]، وَقَدْ اِحتَجَّ بَعْضُ الْمُحَدِّثِينَ عَلَى بَعْضِ الْإِمَامِيَّةِ، بِأَنَّ أَبَا بَكْرٍ اِحتَجَّ بِهَذَا الْكَلَامِ عَلَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فِيمَا اِتَّمَسَتْ مِنْهُ مِنَ الَّذِي خَلَفَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْارْاضِي، وَهُمَا مِنْ أَفْصَحِ الْفُصَحَاءِ، وَأَعْلَمُهُمْ بِمَذْلُولَاتِ الْأَلْفَاظِ، وَلَوْ كَانَ الْأَمْرُ كَمَا يَقْرَؤُهُ الرَّافِضِيُّ لَمْ يَكُنْ فِيمَا اِحتَجَّ بِهِ أَبُو بَكْرٍ حُجَّةً، وَلَا كَانَ جَوَابُهُ مُطَابِقًا لِسُؤَالِهَا، وَهَذَا وَاضِحٌ لِمَنْ أَنْصَفَ.

”بعض روافض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث کی قراءت میں لفظ [صَدَقَ] کا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہونا ہی صحیح ہے، لیکن جس پر جدید اور قدیم محدثین کا اتفاق ہے، وہ [لَا نُورُث] نون کے ساتھ ہے، [صَدَقَ] مرفوع ہے۔ کلام کے دو جملے ہیں؛ ایک [مَا تَرَكَنَا] مبتدا ہونے کے لحاظ سے محلاً مرفوع ہے، [صَدَقَ] اس کی خبر ہے۔ صحیح بخاری کی ایک راویت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اس میں الفاظ یہ ہیں: [مَا تَرَكَنَا فَهُوَ صَدَقَ] یعنی ہم (انبیاء) نے جو مال چھوڑا ہے وہ صدقہ ہی ہے۔ محدثین کرام نے بعض امامی رافضیوں کے خلاف سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو ہی کو دلیل بنایا ہے، جو انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس زمین کے متعلق بطور دلیل پیش کی، جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے چھوڑ کر گئے تھے۔ یہ دونوں ہستیاں تمام فصحاء سے بڑی فصیح تھیں۔ دونوں حدیث کے الفاظ کے مطالب و مفاہیم کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اگر ان الفاظ کی قراءت ایسے ہی ہے، جیسے رافضی پڑھتے ہیں، پھر اس سے تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دلیل ہی نہیں بنتی اور ان کا جواب بھی سوال کے مطابق نہیں بنتا۔ انصاف کا دامن تھامنے والے کے لئے بات واضح ہے۔“

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: 202/6)

حافظ، عبد الرحیم بن حسین، عراقی رضی اللہ عنہ (725-806ھ) کہتے ہیں:

هَذِهِ الرَّوَايَةُ صَرِيحَةٌ فِي الرَّدِّ عَلَى بَعْضِ جَهْلَةِ الشَّيْعَةِ، حَيْثُ قَالَ فِي الرَّوَايَةِ الَّتِي سَقْنَاهَا مِنْ مُسْلِمٍ: «مَا تَرَكَنَا صَدَقَ» أَنَّهُ بِالنَّصْبِ عَلَى أَنَّ مَا نَافِيَةٌ، وَهُوَ غَلَطٌ قَبِيحٌ، بَلْ هُوَ بِالرَّفْعِ، وَمَا مَوْصُولَةٌ، وَرَوَّايَتُنَا صَرِيحَةٌ فِي ذَلِكَ، لِقَوْلِهِ فِيهَا: «فَهُوَ صَدَقَ».

”یہ روایت بعض جاہل شیعوں کا واضح طور پر رد کرتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جو روایت

ہم نے صحیح مسلم سے لی ہے، اس میں لفظ [صَدَقَ] منصوب ہے اور مانافہ ہے، (یعنی جو ہم انبیاء چھوڑتے ہیں، وہ صدقہ نہیں) لیکن یہ ان کی قبیح غلطی ہے، کیونکہ [صَدَقَ] مرفوع ہے، اور ماموصلہ ہے۔ اس ضمن میں ہماری بیان کردہ روایت بالکل واضح ہے، جس میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ان الفاظ میں ہے: [مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ] ہم انبیاء جو چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہی ہوتا ہے۔“ (طرح التثريب في شرح التقريب: 242/6)

شارح سنن ترمذی، علامہ محمد عبدالرحمن، مبارکپوری رحمہ اللہ (م: 1353ھ) کہتے ہیں:

و [مَا تَرَكْنَا] فِي مَوْضِعِ الرَّفْعِ بِالْإِبْتِدَاءِ، وَ [صَدَقَ] خَبَرُهُ، وَقَدْ زَعَمَ بَعْضُ الرَّافِضَةِ أَنَّ [لَا نُورُثُ] بِالْيَاءِ التَّحْتَانِيَّةِ، وَ [صَدَقَ] بِالنَّصْبِ عَلَى الْحَالِ، وَ [مَا تَرَكْنَاهُ] فِي مَحَلِّ رَفْعٍ عَلَى النَّيَابَةِ، وَالتَّقْدِيرُ: لَا يُورَثُ الَّذِي تَرَكْنَاهُ حَالِ كَوْنِهِ صَدَقَةً، وَهَذَا خِلَافُ مَا جَاءَتْ بِهِ الرَّوَايَةُ، وَنَقَلَهُ الْحُفَّاظُ، وَمَا ذَلِكَ بِأَوَّلِ تَحْرِيفٍ مِّنْ أَهْلِ تِلْكَ النِّحْلَةِ، وَيُوضِّحُ بَطْلَانَهُ مَا فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ الْمَذْكُورِ بَلْفِظِ [فَهُوَ صَدَقَةٌ]، وَقَوْلُهُ: «لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا».

”[مَا تَرَكْنَا] مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور [صَدَقَ] اس کی خبر ہے۔ بعض

رافضیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ لفظ [يُورَثُ] ہے، [صَدَقَ] حال ہونے کے لحاظ سے منصوب ہے۔ [مَا تَرَكْنَا] یہ مرفوع بالنیابۃ ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی: [لَا يُورَثُ الَّذِي تَرَكْنَاهُ حَالِ كَوْنِهِ صَدَقَةً] جو چیز ہم بطور صدقہ چھوڑتے ہیں، وہ میراث نہیں ہوتی۔ یہ تاویل ان صحیح احادیث کے خلاف ہے، جن کو حفاظ محدثین نے نقل کیا ہے۔ یہ اس فرقہ کی کوئی پہلی تحریف نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی مذکورہ حدیث اس بات کا واضح طور پر رد کرتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: [مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ] ہم انبیاء جو چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہی



ہوتا ہے۔ اور آپ ﷺ کے اس فرمان سے بھی صریح طور پر یہ تاویل باطل قرار پاتی ہے کہ میرے وارث بننے والے لوگ ایک دینار بھی بطور وراثت حاصل نہیں کریں گے۔“

(تحفة الأحوذی: 193/5)

یہاں ہم ایک مناظرہ کا بھی ذکر کیے دیتے ہیں، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مرتضیٰ موسوی شیعہ اور ابوعلی حسین بن خضر قاضی کے مابین مسئلہ ”میراث الانبیاء“ پر ہوا۔ ہمیں اس کی سند تو نہیں مل سکی، البتہ اس قصے میں رافضیوں کے استدلال کا ایک اور طریقہ سے رد موجود ہے۔ اسی فائدے کی خاطر اسے پیش کیا جا رہا ہے:

فَإِنَّ أَبَا عَلِيٍّ تَمَسَّكَ بِهَذَا الْحَدِيثِ (قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً»)، فَاعْتَرَضَ عَلَيْهِ الْمُرْتَضَى الْمُسَوِّیُّ، وَقَالَ: كَيْفَ تَقُولُ إِعْرَابَ صَدَقَةٍ بِالرَّفْعِ أَوْ النَّصْبِ؟ إِنَّ قُلْتَ بِالرَّفْعِ فَلَيْسَ كَذَلِكَ، وَإِنْ قُلْتَ بِالنَّصْبِ فَهُوَ حُجَّتِي، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً»، يَعْني لَمْ نَتْرُكْهُ صَدَقَةً، فَدَخَلَ أَبُو عَلِيٍّ وَقَالَ: فِيمَا ذَهَبَتْ إِلَيْهِ إِبْطَالُ فَائِدَةِ الْحَدِيثِ، فَإِنْ أَحَدًا لَا يَخْفَى عَلَيْهِ أَنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا مَاتَ يَرِثُهُ قَرِيبُهُ، وَأَقْرَبُ النَّاسِ إِلَيْهِ، وَلَا يَكُونُ صَدَقَةً وَلَا يَقَعُ فِيهِ الْإِشْكَالُ، فَبَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ مَا تَرَكَهُ صَدَقَةٌ بِخِلَافِ سَائِرِ النَّاسِ.

”ابوعلی قاضی نے اس حدیث کو دلیل بنایا (کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہماری میراث نہیں ہوتی، ہم (انبیاء) جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے)۔ اس پر مرتضیٰ موسوی شیعہ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: آپ اس حدیث کا اعراب کیسے پڑھتے ہو؟ [صَدَقَةً] کو مرفوع کرتے ہو یا منصوب؟ اگر اسے مرفوع پڑھتے ہو تو آپ کی بات درست نہیں ہے اور

اگر منصوب پڑھتے ہو، پھر تو یہ میری دلیل بنتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: [مَا تَرَكَنَا صَدَقَةً]، یعنی ہم صدقہ نہیں چھوڑتے۔ ابوعلی قاضی نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: جس طرف آپ اس حدیث کو لے کر جارہے ہیں، اس سے حدیث کا مقصد ہی باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ بات کسی انسان پر مخفی نہیں ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے، لوگوں میں سے جو سب سے بڑھ کر اس کے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں، وہ اس کے وارث بنتے ہیں، وہ مال صدقہ نہیں ہوتا۔ اس بات میں کوئی اشکال بھی نہیں۔ اس خصوصی بیان کا مقصد ہی یہی ہے کہ عام لوگوں کے برعکس نبی اکرم ﷺ نے جو مال چھوڑا، وہ صدقہ ہے۔“

(الأنساب للسمعاني: 310/9)

یعنی ہر کسی کو معلوم ہے کہ امتیوں کا چھوڑا ہوا مال وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے، صدقہ نہیں ہوتا۔ اگر نبی اکرم ﷺ کی وراثت میں بھی یہی معاملہ تھا، تو اس کا خصوصی بیان کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت کا معاملہ خاص تھا اور وہ یہ تھا کہ ان کی وراثت نہیں ہوتی، وہ جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہی ہوتا ہے۔ اس حدیث کا یہی مفہوم ہے، جیسا کہ وضاحت سے بیان بھی ہو چکا ہے۔

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ فَاطِمَةَ جَاءَتْ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، تَسْأَلُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَا: سَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنِّي لَا أُوْرَثُ»، قَالَتْ: وَاللَّهِ! لَا أَكَلِمُكُمَا أَبَدًا، فَمَاتَتْ وَلَا تُكَلِّمُهُمَا.

”سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پاس آئیں تاکہ ان سے نبی کریم ﷺ کی میراث طلب کریں۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ

کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری کوئی وراثت نہیں ہوگی۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ دونوں سے کبھی گفتگو نہیں کروں گی۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فوت ہونے تک ان دونوں صحابہ سے بات نہیں کی۔“

(مسند الإمام أحمد: 13/1، سنن الترمذی: 1609، وسندہ حسن)

امام ترمذی رحمہ اللہ کے استاذ، علی بن عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَعْنَى: لَا أَكَلِمَكُمَا، تَعْنِي فِي هَذَا الْمِيرَاثِ أَبَدًا، أَنْتُمَا صَادِقَانِ.

”روایت میں مذکور یہ الفاظ کہ میں آپ دونوں سے کبھی گفتگو نہیں کروں گی، ان کا معنی یہ ہے کہ میں اس میراث کے بارے میں کبھی آپ دونوں سے دوبارہ گفتگو نہیں کروں گی، کیونکہ آپ دونوں سچے ہیں۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات تک دوبارہ اس وراثت کا تقاضا نہیں فرمایا۔“ (سنن الترمذی، تحت الحديث: 1609)

ان الفاظ کا یہی معنی و مفہوم معتبر ہے، کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا۔ یہ بات ہماری ذکر کردہ حدیث نمبر ۲۰۱ میں بیان ہو چکی ہے۔

③ ایک روایت ان الفاظ سے مروی ہے:

إِنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا جَاءَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَتْ: مَنْ يَرِثُكَ؟ قَالَ: أَهْلِي وَوَلَدِي، قَالَتْ: فَمَا لِي لَا أَرِثُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّا لَا نُورِثُ»، وَلَكِنِّي أَعُولُ مَنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُولُهُ، وَأُنْفِقُ عَلَى مَنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ.

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: آپ کا وارث کون ہو

گا؟ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میری بیوی اور بچے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں: پھر کیا وجہ ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث نہیں بن رہی۔ اس پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا: لیکن میں ان تمام لوگوں کی کفالت کرتا رہوں گا، جن کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفالت کیا کرتے تھے اور میں ان تمام لوگوں کو خرچ فراہم کروں گا، جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فراہم کیا کرتے تھے۔“ (السنن الکبریٰ للبیہقی: 302/6، وسندہ حسن)

⑤ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمَثُونَةِ عَامِلِي، فَهُوَ صَدَقَةٌ».

”جو لوگ میرے وارث ہیں، وہ میرے چھوڑے ہوئے دینار اور درہم کو تقسیم نہ کریں۔ میرا چھوڑا ہوا مال میری ازواج کے اخراجات اور جائیداد کا اہتمام کرنے والے کا خرچ نکالنے کے بعد صدقہ ہوگا۔“ (صحیح البخاری: 2776، صحیح مسلم: 1760)

⑥ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

إِنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، ابْنَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَقْسِمَ لَهَا مِيرَاثَهَا، مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكَنَا صَدَقَةً»، فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوَفِّيَتْ، وَعَاشَتْ



بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، قَالَتْ: وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْأَلُ أَبَا بَكْرٍ نَصِيبَهَا، مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْرٍ، وَفَدَكَ، وَصَدَقَتِهِ بِالْمَدِينَةِ، فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ عَلَيْهَا ذَلِكَ، وَقَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا، كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمَلْتُ بِهِ، فَإِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكَتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيعَ، فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ، وَأَمَّا خَيْرٌ، وَفَدَكَ، فَأَمْسَكَهَا عُمَرُ، وَقَالَ: هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَتْ لِحَقُوقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ وَنَوَائِبِهِ، وَأَمْرُهُمَا إِلَى مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ، قَالَ: فَهُمَا عَلَى ذَلِكَ إِلَى الْيَوْمِ.

”رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے جہان فانی سے رخصت ہونے کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے ترکہ کا مطالبہ کیا، کہ ان کو نبی کریم ﷺ کی میراث سے حصہ دیا جائے، جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مالِ فنی کی صورت میں دی تھی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہمارا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر غصے کا اظہار کیا اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کو ترک کر دیا اور وفات تک ان سے نہ ملیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید بیان فرمایا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے خیر، فدک اور مدینہ کے صدقہ کی وراثت کا مطالبہ کیا تھا، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس سے انکار تھا۔ انہوں نے فرمایا: میں کسی بھی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا، جسے رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں کرتے تھے، میں ہر ایسے عمل کو ضرور کروں گا، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کو چھوڑا تو میں حق سے منحرف



ہو جاؤں گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ کا مدینہ منورہ میں جو صدقہ تھا، وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کو دے دیا، البتہ خیبر اور فدک کی جائیداد کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روک لیا اور فرمایا: یہ دونوں اشیاء رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صدقہ ہیں، ان حقوق کے لئے جو وقتی طور پر پیش آتے یا وقتی حادثات کے لئے۔ یہ جائیدادیں اس شخص کے اختیار میں رہیں گی جو خلیفہ وقت ہوگا۔ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان دونوں جائیدادوں کا انتظام آج تک ایسے ہی چلا آ رہا ہے۔“

(صحیح البخاری 3093، 3092، صحیح مسلم: 1759)

فدک کی زمین ہبہ یا وراثت؟

بعض الناس اس مسئلہ میں واضح تناقض و اضطراب کا شکار ہیں۔ کبھی تو کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی زمین رسول اللہ ﷺ نے ہبہ کی تھی اور کبھی کہتے ہیں کہ انہوں نے بطور میراث فدک کی زمین سے اپنا حصہ مانگا تھا۔

اس بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَا ذُكِرَ مِنْ ادِّعَاءِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَدَكَ، فَإِنَّ هَذَا يَنَاقِضُ كَوْنَهَا مِيرَاثًا لَهَا، فَإِنْ كَانَ طَلَبُهَا بِطَرِيقِ الْإِرْثِ امْتَنَعَ أَنْ يَكُونَ بِطَرِيقِ الْهَبَةِ، وَإِنْ كَانَ بِطَرِيقِ الْهَبَةِ امْتَنَعَ أَنْ يَكُونَ بِطَرِيقِ الْإِرْثِ، ثُمَّ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ هِبَةً فِي مَرَضِ الْمَوْتِ، فَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْزَعٌ، إِنْ كَانَ يُورَثُ كَمَا يُورَثُ غَيْرُهُ، أَنْ يُوصِيَ لِوَارِثٍ أَوْ يَخْصَهُ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ بِأَكْثَرِ مِنْ حَقِّهِ، وَإِنْ كَانَ فِي صِحَّتِهِ فَلَا بُدَّ أَنْ تَكُونَ هَذِهِ هِبَةً مَقْبُوضَةً، وَإِلَّا فَإِذَا وَهَبَ الْوَاهِبُ بِكَلَامِهِ وَلَمْ يَقْبِضِ الْمَوْهُوبُ شَيْئًا حَتَّى مَاتَ

الْوَاهِبُ كَانَ ذَلِكَ بَاطِلًا عِنْدَ جَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ، فَكَيْفَ يَهْبُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَ لِفَاطِمَةَ، وَلَا يَكُونُ هَذَا أَمْرًا مَعْرُوفًا عِنْدَ أَهْلِ بَيْتِهِ وَالْمُسْلِمِينَ، حَتَّى تُخَصَّ بِمَعْرِفَتِهِ أَمْ أَيْمَنَ أَوْ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا؟

”مالِ فدک کے متعلق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دعویٰ کا جو ذکر ملتا ہے، اس میں تناقض پایا جاتا ہے، (یہ معاملہ دو حال سے خالی نہیں) اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک کی جاگیر میراث کی بنا پر طلب کرتی تھیں، تو یہ ہبہ نہیں ہو سکتا اور اگر آپ ﷺ نے یہ جاگیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی، تو یہ وراثت نہیں بن سکتی۔ اگر یہ مانا جائے کہ یہ جاگیر رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی اور دوسرے لوگوں کی طرح آپ ﷺ کی وراثت بھی تقسیم ہونا تھی، تو آپ ﷺ کی ذاتِ مبارک اس سے مبرا ہے کہ آپ ﷺ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں وصیت کرتے، یا حالتِ مرض میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے حق سے زیادہ مال عطا فرماتے، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہا حقیقی وارث بھی تھیں اور وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں۔ اگر آپ ﷺ نے حالتِ صحت میں فدک کی جاگیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا کی تھی، تو وہ ہبہ باقبضہ ہونا چاہئے تھا، اس لئے کہ ہبہ کرنے والا اگر کوئی چیز ہبہ کر دے اور جس کو ہبہ کیا گیا ہے، وہ اس چیز پر قابض نہ ہو اور ہبہ کرنے والا فوت ہو جائے، تو ایسا ہبہ جمہور علماء کے نزدیک ختم ہو جاتا ہے۔ یہ امر بھی موجب حیرت و استعجاب ہے کہ آپ ﷺ نے فدک کی جاگیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا کی، مگر اس معاملہ کے متعلق سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سوا اہل بیت اور جملہ صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی پتہ نہ چل سکا!“

(منهاج السنة النبویة في نقض كلام الشيعة القدرية: 228/4)

صحیح بات تو یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ میراث کی حیثیت سے تھا، جیسا کہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے:

④



إِنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ، وَفَدَكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمْسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ [صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] فِي هَذَا الْمَالِ»، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمَلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا، فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ، فَهَجَرَتْهُ، فَلَمْ تَكَلِّمْهُ حَتَّى تُوَفِّيَتْ.

”نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی آدمی کو بھیجا اور نبی کریم ﷺ کے اس مال سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا، جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا، اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا: ہم نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ البتہ آل محمد ﷺ اس مال سے کھاتی رہے گی۔ اللہ کی قسم! جو صدقہ نبی کریم ﷺ چھوڑ کر گئے ہیں، جس حال میں وہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں تھا، میں اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں کروں گا، وہ اب بھی اسی طرح رہے گا۔ اس (کی تقسیم وغیرہ) میں، میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا، جو نبی کریم ﷺ کا اپنی حیات مبارکہ میں تھا۔ الغرض سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے معذرت کر لی۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئیں اور



ان سے ملاقات کو ترک کر دیا۔ اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔“

(صحیح البخاری: 4240، صحیح مسلم: 1759)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

كَوْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُورَثُ، ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ الْمَقْطُوعِ
بِهَا وَبِاجْمَاعِ الصَّحَابَةِ، وَكُلُّ مَنْهُمَا دَلِيلٌ قَطْعِيٌّ، فَلَا يُعَارِضُ ذَلِكَ بِمَا
يُظَنُّ أَنَّهُ عُمُومٌ، وَإِنْ كَانَ عُمُومًا فَهُوَ مَخْصُوصٌ، لِأَنَّ ذَلِكَ لَوْ كَانَ دَلِيلًا
لَمَا كَانَ إِلَّا ظَنًّا، فَلَا يُعَارِضُ الْقَطْعِيَّ، إِذِ الظَّنُّ لَا يُعَارِضُ الْقَطْعِيَّ،
وَذَلِكَ أَنَّ هَذَا الْخَبَرَ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فِي أَوْقَاتٍ وَمَجَالِسَ،
وَلَيْسَ فِيهِمْ مَنْ يُنْكِرُهُ، بَلْ كُلُّهُمْ تَلَقَّاهُ بِالْقَبُولِ وَالتَّصْدِيقِ، وَلِهَذَا لَمْ يُصَرَّ
أَحَدٌ مِنَ أَزْوَاجِهِ عَلَى طَلَبِ الْمِيرَاثِ، وَلَا أَصَرَ الْعَمُّ عَلَى طَلَبِ الْمِيرَاثِ،
بَلْ مَنْ طَلَبَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَأُخْبِرَ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
رَجَعَ عَنِ طَلَبِهِ، وَاسْتَمَرَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ
إِلَى عَلَيٍّ، فَلَمْ يَغْيَرْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ وَقَسَمَ لَهُ تَرْكَهُ.

”کسی کا بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث نہ بن سکتا صحیح و قطعی سنت اور اجماع صحابہ سے

ثابت ہے اور یہ دونوں قطعی دلیلیں ہیں، لہذا اپنے ظن پر مبنی ’عموم‘ سے ان دلائل کا معارضہ کرنا درست نہیں۔ اگر عمومی مفہوم کو درست مان لیا جائے، تو اس میں تخصیص سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ بہر صورت یہ دلیل ظنی ہوگی جو کہ قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی، کیونکہ ظنی دلیل قطعی کی معارض نہیں ہو سکتی۔ ہماری دلیل کے قطعی ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انبیاء کی وراثت کے تقسیم نہ ہونے والی حدیث کو مختلف اوقات اور مجالس میں کئی صحابہ کرام نے

روایت کیا، مگر کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ اسے قبول کیا اور سچ جانا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی نے میراثِ نبوی کے مطالبہ پر اصرار نہیں کیا، نہ ہی آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اس مطالبہ پر اصرار کیا۔ اگر کسی نے مطالبہ کیا بھی اور اسے نبی کریم ﷺ کا فرمان سنایا گیا تو وہ مطالبہ سے فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک تمام خلفائے راشدین کے عہد میں یہی حالت برقرار رہی، کسی نے نہ کوئی تبدیلی کی اور نہ ہی آپ ﷺ کا ترکہ تقسیم کیا۔“

(منہاج السنة في نقض كلام الشيعة والقدرية: 220/4)

یہاں ہم حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کا ذکر کردہ بے سند قصہ بھی بیان کیے دیتے ہیں کہ ابو العباس، عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس ہاشمی، المعروف بہ السفاح کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ خَطَبَ يَوْمًا، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ آلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَمَدَّنِي عَلَى مَنْ ظَلَمَنِي، قَالَ: وَمَنْ ظَلَمَكَ؟ قَالَ: أَنَا مِنْ أَوْلَادِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَالَّذِي ظَلَمَنِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، حِينَ أَخَذَ فَدَكَ مِنْ فَاطِمَةَ، قَالَ: وَدَامَ عَلَى ظُلْمِكُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ قَامَ بَعْدَهُ؟ قَالَ: عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: وَدَامَ عَلَى ظُلْمِكُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَمَنْ قَامَ بَعْدَهُ؟ قَالَ: عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: وَدَامَ عَلَى ظُلْمِكُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ قَامَ بَعْدَهُ؟ فَجَعَلَ يَلْتَفِتُ كَذَا وَكَذَا، يَنْظُرُ مَكَانًا يَهْرُبُ إِلَيْهِ.

”ایک دن اس نے خطبہ دیا۔ دورانِ خطبہ آلِ علی رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھنے والا ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! ظالم کے خلاف میری مدد کیجئے! خلیفہ نے پوچھا: تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا: میں آلِ علی میں سے ہوں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ



فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی زمین وراثت میں نہ دے کر مجھ پر ظلم کیا۔ خلیفہ نے پوچھا: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس ظلم پر ڈٹے رہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ خلیفہ نے پوچھا: ان کے بعد کون (ظالم) تحت خلافت پر متمکن ہوا؟ اس نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ، خلیفہ نے دریافت کیا: انہوں نے بھی یہ ظلم روا رکھا؟ اس نے کہا: ہاں! ان کے بعد کون خلیفہ ہوا؟ اس نے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ۔ خلیفہ نے پوچھا: اور انہوں نے بھی یہ ظلم روا رکھا؟ اس نے کہا: ہاں! خلیفہ نے پوچھا: ان کے بعد کون خلیفہ بنا؟ اب وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا اور بھاگنے کی تاک میں لگ گیا۔“

(تلبیس ابلیس، ص: 153)

اہل علم کی طرف سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غصے کی توجیہات

شارح صحیح مسلم، علامہ، ابو العباس، قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ إِنَّهَا لَمْ تَلْتَقِ بِأَبِي بَكْرٍ لِّشُغْلِهَا بِمُصِيبَتِهَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِمَا لَزِمَتْهَا بَيْتُهَا، فَعَبَّرَ الرَّأَوِيُّ عَنْ ذَلِكَ بِالْهَجْرَانِ.

”سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، نبی کریم ﷺ کی جدائی کی پریشانی، اپنی خانگی مشغولیت اور خانہ نشینی کی وجہ سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ دنوں تک ملاقات نہیں کر سکی تھیں، اسی چیز کو راوی نے ہجران (قطع تعلق) سے تعبیر کر دیا ہے۔“

(المفہم لما أشكل من تلخیص کتاب مسلم: 3/568-569)

شارح صحیح مسلم، حافظ، ابوزکریا، یحییٰ بن شرف، نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا مَا ذُكِرَ مِنْ هِجْرَانِ فَاطِمَةَ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَمَعْنَاهُ انْقِبَاضُهَا عَنْ لِقَائِهِ، وَلَيْسَ هَذَا مِنَ الْهِجْرَانِ الْمُحَرَّمِ الَّذِي هُوَ تَرْكُ السَّلَامِ وَالْإِعْرَاضِ عِنْدَ اللَّقَاءِ، قَوْلُهُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: فَلَمْ تُكَلِّمَهُ، يَعْنِي فِي هَذَا

الْأَمْرِ، أَوْ لَا نَقْبَاضِهَا لَمْ تَطْلُبْ مِنْهُ حَاجَةً، وَلَا اضْطَرَّتْ إِلَى لِقَائِهِ فَتَكَلَّمَهُ، وَلَمْ يُنْقَلْ قَطُّ أَنَّهُمَا التَّقَيَا، فَلَمْ تُسَلِّمْ عَلَيْهِ وَلَا كَلِمَتَهُ.

”سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قطع تعلقی کا جو ذکر ملتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ملاقات سے کھنچی کھنچی رہنے لگیں اور یہ انداز حرام کی گئی قطع تعلقی میں شامل نہیں ہے، جس میں سلام و کلام بند ہو جاتا ہے اور ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے اعراض کیا جاتا ہے۔ حدیث کے الفاظ فَلَمْ تُكَلِّمَهُ کا مطلب یہ ہے کہ پھر وراثت کے سلسلے میں ان سے گفتگو نہ کی، یا دل میں کچھ خلش ہونے کے ناطے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اپنی کسی ضرورت کا مطالبہ نہ کیا اور نہ ہی ملاقات کرنے کی ضرورت محسوس کی تا کہ گفتگو کا کوئی موقع نکلے۔ کہیں بھی اس طرح کی کوئی روایت نہیں ملتی کہ دونوں کی ملاقات ہوئی ہو اور انہوں نے ایک دوسرے سے سلام و کلام نہ کیا ہو۔“

(شرح صحیح مسلم: 73/12)

شارح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس رویے کی یہ توجیہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا سَبَبُ غَضَبِهَا مَعَ احْتِجَاجِ أَبِي بَكْرٍ بِالْحَدِيثِ الْمَذْكُورِ، فَلِاعْتِقَادِهَا تَأْوِيلَ الْحَدِيثِ عَلَى خِلَافِ مَا تَمَسَّكَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَكَأَنَّهَا اعْتَقَدَتْ تَخْصِصَ الْعُمُومِ فِي قَوْلِهِ: «لَا نُورَثُ»، وَرَأَتْ أَنَّ مَنَافِعَ مَا خَلَفَهُ مِنْ أَرْضٍ وَعَقَارٍ، لَا يَمْتَنِعُ أَنْ تُورَثَ عَنْهُ، وَتَمَسَّكَ أَبُو بَكْرٍ بِالْعُمُومِ، وَاخْتَلَفَا فِي أَمْرِ مُحْتَمَلٍ لِلتَّأْوِيلِ، فَلَمَّا صَمَّمَ عَلَى ذَلِكَ انْقَطَعَتْ عَنِ الْاجْتِمَاعِ بِهِ لِذَلِكَ.



”سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دلیل پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اظہارِ غصہ کا سبب یہ تھا کہ ان کے خیال میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جس دلیل پر کاربند تھے، اس کا مقصود اس سے مختلف ہے، «لَا نُورُثُ» والے عمومی حکم میں وہ سمجھتی تھیں کہ اس میں سے کچھ چیزیں خاص ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ نبی کریم ﷺ جو زمین وغیرہ چھوڑ کر گئے ہیں، یہ حدیث آپ ﷺ کے وارثوں کو ایسی جائیداد کا وارث بننے سے نہیں روکتی۔ مگر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حدیث کے عموم پر قائم رہے۔ بہر حال ان دونوں حکموں میں تاویل کا احتمال تو تھا، چنانچہ جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے موقف پر ڈٹ گئے تو اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے ملاقات ترک کر دی۔“

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: 202/6)

قاضی، ابوفضل، عیاض بن موسیٰ، سہتی رحمہ اللہ (476-544ھ) فرماتے ہیں:

وَفِي تَرْكِ فَاطِمَةَ مُنَازَعَةَ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَ احْتِجَاجِهِ عَلَيْهَا بِالْحَدِيثِ، التَّسْلِيمِ لِلْإِجْمَاعِ عَلَى قَضِيَّةٍ، وَأَنَّهَا لَمَّا بَلَغَهَا الْحَدِيثُ وَبَيَّنَ لَهَا التَّوِيلَ تَرَكَتْ رَأْيَهَا، ثُمَّ لَمْ يَكُنْ مِنْهَا وَلَا مِنْ دُرَيْتِهَا بَعْدَ ذَلِكَ طَلَبَ مِيرَاثٍ، ثُمَّ وَلِيَ عَلَيَّ الْخِلَافَةَ، فَلَمْ يَعْدِلْ بِهَا عَمَّا فَعَلَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا .

”جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے موقف کا حدیث سے جواب دیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دعویٰ واپس لے لیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں جمہور کے اجماع کو تسلیم کر لیا تھا اور حدیثِ نبوی کا علم ہو جانے، نیز سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیان کیے گئے مفہوم کو ملاحظہ کر لینے کے بعد اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے اور ان کی اولاد میں سے کسی نے کبھی میراث کا مطالبہ نہیں کیا، حتیٰ کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود خلیفہ بنے تو انہوں نے بھی اس سلسلہ میں سیدنا ابو بکر اور سیدنا

عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے موقف کے خلاف کوئی طرزِ عمل اختیار نہیں کیا۔“

(شرح صحیح مسلم للنووي: 73/12)

شارح صحیح مسلم، علامہ، ابو العباس، قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَأَمَّا طَلَبُ فَاطِمَةَ مِيرَاثَهَا مِنْ أَبِيهَا مِنْ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ تَسْمَعَ فَاطِمَةُ الْحَدِيثَ الَّذِي دَلَّ عَلَى خُصُوصِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، وَكَانَتْ مُتَمَسِّكَةً بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ، فَلَمَّا أَخْبَرَهَا أَبُو بَكْرٍ بِالْحَدِيثِ تَوَقَّفَتْ عَنْ ذَلِكَ، وَلَمْ تَعُدْ عَلَيْهِ بِطَلَبٍ.

”رہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اپنے والد ﷺ کی میراث کا مطالبہ تو یہ اس سے پہلے کی بات ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کو سنا جو وراثت کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کو خاص کرتی ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کتاب اللہ کے عموم کو دلیل بنا رہی تھیں۔ جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی، تو انہوں نے اس معاملہ میں خاموشی اختیار کر لی، دوبارہ اس کا مطالبہ نہ کیا۔“

(المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم: 563/3)

بعض لوگ اس مسئلہ کو خواہ مخواہ اچھالتے ہوئے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف بطور ثبوت پیش کرتے ہیں، حالانکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے واضح فرمانِ رسول پیش کیا اور کہا: یہ اہل بیت کا حق ہے کہ ان پر خرچ کیا جائے اور وہ ان پر خرچ کرتے بھی رہے۔ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اجتہادی خطا تھی کہ وہ میراث سمجھ کر مطالبہ فرمانے لگیں۔ اس بنیاد پر اہل بیت عظام میں سے کسی نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں کیا۔ بعض لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا:

«فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي».

”فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے، جس نے اسے غصہ دلایا، اس نے مجھے غضبناک کیا۔“

(صحیح البخاری: 3714)

حالانکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ ناراضی اس سطح کی نہیں تھی کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرایا جائے۔ انسان ہونے کے ناطے افہام و تفہیم میں غلطی لگ جاتی ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دلیل سے قائل کرنا چاہا، مگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بات نہ سمجھ سکیں۔ اس پر تھوڑا سا محسوس کر لیا۔ وہ خیال کرتی تھیں کہ یہ مال میرا موردِ حق ہے، جبکہ ایسا نہیں تھا۔ اس معاملہ کو سمجھنے کے لئے ذرا اس حدیث کا مکمل مطالعہ فرمائیں:

❀ صحابی رسول، سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ عَلِيًّا خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ، فَسَمِعَتْ بِذَلِكَ فَاطِمَةُ، فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ، وَهَذَا عَلِيٌّ نَاكِحٌ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعَتْهُ حِينَ تَشْهَدُ، يَقُولُ: «أَمَّا بَعْدُ! أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ، فَحَدَّثَنِي وَصَدَّقَنِي، وَإِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِنِّي، وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَسُوْئَهَا، وَاللَّهِ! لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللَّهِ، عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ»، فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخُطْبَةَ.

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی لڑکی کو پیغام نکاح دیا۔ اس کی اطلاع جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹیوں کی خاطر (جب انہیں کوئی تکلیف دے تو) کسی پر غصہ نہیں آتا۔ اب دیکھئے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر نبی

کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو یوں خطاب فرمایا: حمد و ثنا کے بعد، میں نے ابو العاص بن ربح سے (اپنی بیٹی زینب) کی شادی کی تو انہوں نے جو بات بھی کہی، اس میں سچے ثابت ہوئے۔ بلاشبہ فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے، مجھے یہ پسند نہیں کہ وہ (علی رضی اللہ عنہ) اسے تکلیف دے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس شادی کا ارادہ ترک کر دیا۔“

(صحیح البخاری: 3729، صحیح مسلم: 2449)

شیخ الاسلام، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

فَسَبَبُ الْحَدِيثِ خُطْبَةُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِابْنَةِ أَبِي جَهْلٍ، وَالسَّبَبُ دَاخِلٌ فِي اللَّفْظِ قَطْعًا، إِذِ اللَّفْظُ الْوَارِدُ عَلَى سَبَبٍ لَا يَجُوزُ إِخْرَاجُ سَبَبِهِ مِنْهُ، بَلِ السَّبَبُ يَجِبُ دُخُولُهُ بِالِاتِّفَاقِ، وَقَدْ قَالَ فِي الْحَدِيثِ: «يُرِيْبُنِي مَا رَابَهَا، وَيُوْذِيْنِي مَا آذَاهَا»، وَمَعْلُومٌ قَطْعًا أَنَّ خُطْبَةَ ابْنَةِ أَبِي جَهْلٍ عَلَيْهَا رَابَهَا وَآذَاهَا، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَابَهُ ذَلِكَ وَآذَاهُ، فَإِنْ كَانَ هَذَا وَعَيْدًا لَّا حِقًّا بِفَاعِلِهِ، لَزِمَ أَنْ يَلْحَقَ هَذَا الْوَعِيدُ عَلِيًّا بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ وَعَيْدًا لَّا حِقًّا بِفَاعِلِهِ، كَانَ أَبُو بَكْرٍ أَبْعَدَ عَنِ الْوَعِيدِ مِنْ عَلِيٍّ.

”اس فرمان نبوی کا سبب خود اسی حدیث میں موجود ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابو جہل کی بیٹی کو اپنے نکاح میں لانا چاہتے تھے۔ حدیث میں بیان کردہ سبب کو اس سے جدا نہیں کیا جاسکتا، بلکہ حدیث کا سبب ورود کے ساتھ تعلق قائم رکھنا باتفاق محدثین کرام واجب ہے۔ اس حدیث (کی ایک روایت) کے الفاظ یہ ہیں: جو چیز فاطمہ کو پریشان کرتی ہے، وہ مجھے بھی پریشان کرتی ہے اور جس بات سے فاطمہ کو تکلیف پہنچے وہ میرے لئے بھی رنج و الم کی

موجب ہے۔ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نبی کریم ﷺ کو یہ تکلیف محض اس لئے پہنچی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اگر یہ وعید (ایسی) ایذا دینے والے کو لاحق ہو سکتی ہے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اس وعید کی لپیٹ میں آنا ضروری ہے اور اگر اس کا احتمال نہیں ہے، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نسبت اس وعید سے زیادہ دُور ہیں۔“ (منہاج السنّة: 251/4)

یعنی اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پریشان کرنے کی بنا پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس حدیث میں بیان کردہ وعید کا مصداق ٹھہرتے ہیں، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ جن کے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پریشان کرنے پر نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا، وہ اس وعید کے زیادہ مستحق ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی بھی اس وعید کا مستحق نہیں، بلکہ یہ رافضیوں کی ہٹ دھرمی ہے کہ وہ فدک والے مسئلہ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے کبار صحابہ کرام کو ملامت کرتے ہیں۔

حافظ، ابوفداء، اسماعیل بن عمر، ابن کثیر رحمہم اللہ (700-774ھ) کیا خوب فرماتے ہیں:

وَهَذَا الْهَجْرَانُ، وَالْحَالَةُ هَذِهِ، فَتَحَ عَلَى فِرْقَةِ الرَّافِضَةِ شَرًّا عَرِيضًا، وَجَهْلًا طَوِيلًا، وَأَدْخَلُوا أَنْفُسَهُمْ بِسَبَبِهِ فِيمَا لَا يَعْنِيهِمْ، وَلَوْ نَفَهَمُوا الْأُمُورَ عَلَى مَا هِيَ عَلَيْهِ لَيَعْرِفُوا لِلصَّدِيقِ فَضْلَهُ، وَقَبِلُوا مِنْهُ عُذْرَهُ الَّذِي يَجِبُ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ قَبُولُهُ، وَلَكِنَّهُمْ طَائِفَةٌ مَخْذُولَةٌ، وَفِرْقَةٌ مَرْدُودَةٌ، يَتَمَسَّكُونَ بِالْمُتَشَابِهِ، وَيَتْرُكُونَ الْأُمُورَ الْمُحْكَمَةَ الْمُقَدَّرَةَ عِنْدَ أُمَمَةِ الْإِسْلَامِ، مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْمُعْتَبَرِينَ فِي سَائِرِ الْأَعْصَارِ وَالْأَمْصَارِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ أَجْمَعِينَ.

”اس ناراضی پر روافض نے بہت بڑا شر پکایا، بڑی نادانی کا ثبوت دیا ہے اور لایعنی بحثوں میں الجھ گئے۔ اگر یہ لوگ معاملات کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا ضرور اعتراف کرتے اور آپ رضی اللہ عنہ کی بجا دلیل و معذرت کو لازمی طور پر قبول کرتے، لیکن کیا کیا جائے، یہ ایسا رسوا گروہ اور ذلیل فرقہ ہے، جو متشابہ اور لوح لچر دلائل سے استدلال کرتا ہے، جبکہ صحابہ کرام، تابعین عظام، ہر دور کے علمائے اسلام اور تمام شہروں کے معتبر علمائے دین کے یہاں جو باتیں مسلم ہوتی ہیں، ان کو چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام ہستیوں سے راضی ہو۔“ (البدایۃ والنہایۃ: 308/5)

اس مسئلہ کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے درج ذیل روایات بھی ملاحظہ فرمائیں:

✽ ام المؤمنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، يَسْأَلْنَهُ ثَمَنَهُنَّ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُنْتُ أَنَا أَرُدُّهُنَّ، فَقُلْتُ لَهُنَّ: أَلَا تَتَّقِينَ اللَّهَ؟ أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكَنَا صَدَقَةٌ» [يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ] إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ، فَانْتَهَى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَا أَخْبَرْتُهُنَّ، قَالَ: فَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ، مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَعَلَبَهُ عَلَيْهَا، ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيٍّ بْنِ حُسَيْنٍ، وَحَسَنِ بْنِ حَسَنِ، كِلَاهُمَا كَانَ يَتَدَاوَلَانِيهَا، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنِ، وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا.



”نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو جو مال بطورِ فہ دیا تھا، اس میں سے ان کے حصے دیئے جائیں، لیکن میں نے انہیں روکا اور ان سے کہا: تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتیں، کیا نبی کریم ﷺ نے خود نہیں فرمایا تھا: ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے؟ [نبی کریم ﷺ کا اشارہ اس فرمان میں خود اپنی ذات کی طرف تھا] البتہ آلِ محمد ﷺ کو اس جائیداد میں سے پوری زندگی (ان کی ضروریات کے لئے) ملتا رہے گا۔ جب میں نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو یہ حدیث سنائی تو انہوں نے بھی اپنا خیال بدل لیا۔ راوی حدیث عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہی وہ صدقہ ہے، جس کا انتظام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بھی رہا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو اس کے احکام میں شریک نہیں کیا تھا، بلکہ خود اس کا انتظام کیا کرتے تھے۔ (اسے نبی کریم ﷺ، سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے طرزِ عمل کے مطابق خرچ کرتے تھے)۔ اس کے بعد یہ صدقہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آ گیا، پھر سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آ گیا، پھر امام علی بن حسین رضی اللہ عنہما اور امام حسن بن حسن رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آ گیا۔ وہ دونوں اس کو استعمال کرتے تھے۔ پھر یہ مال امام زید بن حسن رضی اللہ عنہ کے انتظام میں آ گیا۔ بلاشبہ یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صدقہ ہو گیا تھا۔“ (صحیح البخاری: 4034)

شارح صحیح بخاری، علامہ، علی بن خلف، ابن بطلال رضی اللہ عنہ (م: 449ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ رَوَى الطَّبْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ: أَرَأَيْتَ عَلِيًّا حِينَ وَلِيَ الْعِرَاقَ، وَمَا كَانَ بِيَدِهِ مِنْ سُلْطَانِهِ، كَيْفَ صَنَعَ فِي سَهْمِ ذِي الْقُرْبَى؟ قَالَ: سَلَكَ بِهِ، وَاللَّهِ! طَرِيقَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ.

”ابو اسحاق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابوطالب، ابو جعفر باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ عراق کے حکمران بنے اور جب حکومت کی باگ ڈوران کے ہاتھ میں آئی، تو انہوں نے اہل بیت کے مابین کس طرح حصوں کو تقسیم کیا؟ امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما ہی کے نقش قدم پر چلے۔“

(شرح صحیح البخاری: 265/5، وسندہ صحیح)

شارح صحیح مسلم، علامہ، ابو العباس، قرطبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا لَّمَّا وَلِيَ الْخِلَافَةَ لَمْ يُغَيِّرْهَا عَمَّا عُمِلَ فِيهَا فِي عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِتَمَلُّكِهَا، وَلَا لِقِسْمَةِ شَيْءٍ مِّنْهَا، بَلْ كَانَ يَصْرِفُهَا فِي الْوُجُوهِ الَّتِي كَانَ مِنْ قَبْلَهُ يَصْرِفُهَا فِيهَا، ثُمَّ كَانَتْ بِيَدِ حَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، ثُمَّ بِيَدِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِيَدِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ تَوَلَّاهَا بَنُو الْعَبَّاسِ عَلَى مَا ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ الْبُرْقَانِيُّ فِي صَحِيحِهِ، وَهُوَ لَا كِبَرَاءَ أَهْلِ الْبَيْتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَهُمْ مُعْتَمِدُ الشَّيْعَةِ وَأَثَمَتُهُمْ، لَمْ يَرَوْا عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ أَنَّهُ تَمَلَّكَهَا، وَلَا وَرَثَتَهَا، وَلَا وَرَثَتِ عَنْهُ، فَلَوْ كَانَ مَا يَقُولُهُ الشَّيْعَةُ حَقًّا لَأَخَذَهَا عَلِيٌّ، أَوْ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، لَمَّا ظَفِرُوا بِهَا، وَلَمْ، فَلَا.

”جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے منصبِ خلافت سنبھالا تو سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے عہدِ خلافت میں جاری کسی نظام میں تبدیلی نہیں کی، اس کی ملکیت میں کسی قسم کا کوئی



تعرض نہیں کیا، نہ ہی اس کی کوئی جائیداد تقسیم کی، بلکہ جو املاک خلافت پہلے سے چلے آ رہے تھے، انہی میں خرچ کیا۔ اس کے بعد خلافت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں میں منتقل ہوئی، پھر ترتیب وار حسین بن علی رضی اللہ عنہ، علی بن حسین رضی اللہ عنہ، حسین بن حسن رضی اللہ عنہ، زید بن حسن رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ اور آل عباس کے ہاتھ میں رہی، جیسا کہ ابو بکر برقانی رضی اللہ عنہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ یہ سب حکمران اہل بیت کے بزرگ شرفا ہیں، یہ لوگ شیعہ اور ان کے ائمہ کرام کے نزدیک سب سے زیادہ معتمد اور قابلِ قدر ہیں، لیکن ان میں کسی سے کوئی ایک بھی روایت نہیں ملتی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ترکہ کو اپنی وراثت اور ملکیت سمجھا ہو، لہذا اگر شیعہ کا دعویٰ سچ ہے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا آپ رضی اللہ عنہ کے اہل بیت میں سے کسی کو اپنا حق ضرور لینا چاہئے تھا، کیونکہ اب حکومت انہیں کے ہاتھوں میں تھی، ورنہ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں۔“ (المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم : 3/564)

سیدنا مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَجِئْتُهُ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ، قَالَ : فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِهِ جَالِسًا عَلَى سَرِيرٍ مُفْضِيًا إِلَى رُمَالِهِ، مُتَكِنًا عَلَى وَسَادَةٍ مِّنْ أَدَمٍ، فَقَالَ لِي : يَا مَالُ ! إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِّنْ قَوْمِكَ، وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضَخٍ، فَخُذْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ، قَالَ : قُلْتُ : لَوْ أَمَرْتَ بِهَذَا غَيْرِي ! قَالَ : خُذْهُ يَا مَالُ ! قَالَ : فَجَاءَ يَرْفَا، فَقَالَ : هَلْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدٍ؟ فَقَالَ عُمَرُ : نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ : هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ، وَعَلِيٍّ؟ قَالَ : نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ! اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَاذِبِ الْآثِمِ

الْغَادِرِ الْخَائِنِ، فَقَالَ الْقَوْمُ : أَجَلٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ! فَاقْضِ بَيْنَهُمْ
وَأَرَحِهِمْ، فَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ : يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنَّهُمْ قَدْ كَانُوا قَدَّمُوهُمْ لَذَلِكَ،
فَقَالَ عُمَرُ : اتَّبِدَا، أَنَشِدُكُم بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ،
أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : «لَا نُورُثُ، مَا تَرَكْنَا
صَدَقَةً»، قَالُوا : نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلَيٍّ، فَقَالَ : أَنَشِدُكُم بِاللَّهِ
الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ : «لَا نُورُثُ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةً»، قَالَا : نَعَمْ، فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّ اللَّهَ
جَلَّ وَعَزَّ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ، لَمْ يُخَصِّصْ
بِهَا أَحَدًا غَيْرَهُ، قَالَ : ﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ
وَلِلرَّسُولِ﴾ (الحشر 59 : 7)، مَا أَذْرِي هَلْ قَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي قَبْلَهَا أَمْ لَا، قَالَ :
فَقَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَكُمْ أَمْوَالَ بَنِي النَّضِيرِ، فَوَاللَّهِ !
مَا اسْتَأْثَرَ عَلَيْكُمْ، وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ، حَتَّى بَقِيَ هَذَا الْمَالُ، فَكَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهُ نَفَقَةَ سَنَةٍ، ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ
الْمَالِ، ثُمَّ قَالَ : أَنَشِدُكُم بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمُونَ
ذَلِكَ ؟ قَالُوا : نَعَمْ، ثُمَّ نَشَدَ عَبَّاسًا، وَعَلِيًّا، بِمِثْلِ مَا نَشَدَ بِهِ الْقَوْمَ، أَتَعْلَمَانِ
ذَلِكَ ؟ قَالَا : نَعَمْ، قَالَ : فَلَمَّا تُوَفِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ
أَبُو بَكْرٍ : أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ



مِنْ ابْنِ أَخِيكَ، وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَا نُورَثُ، مَا تَرَكَنَاهُ صَدَقَةٌ»، فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا، وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ تُوَفِّيَ أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ، فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا، وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، فَوَلَيْتُهَا، ثُمَّ جِئْتَنِي أَنْتَ وَهَذَا، وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ، وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ، فَقُلْتُمَا : ادْفَعْهَا إِلَيْنَا، فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللَّهِ أَنْ تَعْمَلَا فِيهَا بِالَّذِي كَانَ يَعْمَلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذْتُمَاهَا بِذَلِكَ، قَالَ : أَكْذَلِكَ ؟ قَالَا : نَعَمْ، قَالَ : ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا، وَلَا وَاللَّهِ ! لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ .

”دن چڑھے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلانے کے لئے قاصد بھیجا۔ میں دن چڑھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کھجور کی چھال سے تیار کردہ ایک چارپائی پر چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: تمہارے خاندان کے کچھ افراد آئے ہیں، میں نے ان کے لئے کچھ مال رکھا ہے، لے جاؤ اور ان سب میں تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کیا: یہ ذمہ داری کسی اور کو دے دیجئے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مالک! اسے پکڑو۔ اسی دوران ان کا دربان یرفا آیا اور عرض کیا: سیدنا عثمان، سیدنا عبدالرحمن بن عوف، سیدنا زبیر اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نے اجازت دے دی۔ سب تشریف لائے۔ ریفہ دوبارہ آیا اور عرض کیا: سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی اجازت دی۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المومنین! میرے اور اس جھوٹے، خائن، گناہگار اور دھوکے باز کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ آنے والوں نے بھی عرض کیا کہ آپ ان کا فیصلہ فرمادیں تاکہ دونوں سکھ کا سانس لیں۔ مالک کہتے ہیں کہ میرے خیال میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کو انہی نے پہلے بھیجا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا نرمی اختیار کرو، پھر فرمایا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں، جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ہماری (انبیاء کی) وراثت نہیں ہوتی، جو ہم چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے؟ سب نے کہا: ہاں! رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا تھا؟ ان دونوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (میں تمہیں اس مالِ فے کے معاملے کی تفصیل بتاتا ہوں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو کچھ معاملات میں ایسی خصوصیت عطا فرمائی ہے، جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی۔ پھر یہ آیت پڑھی: ﴿مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ﴾ (الحشر 59 : 7) (اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے جو مال دلویا ہے، تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے)۔ [مالک کہتے ہیں کہ اس سے پہلی آیت بھی آپ نے تلاوت کی تھی یا نہیں، مجھے صحیح یاد نہیں۔] آپ ﷺ نے بنو نضیر کے مال تم میں تقسیم فرمادیے۔ آپ ﷺ نے کوئی مال اپنے لیے خاص نہیں کیا، اللہ کی قسم! نہ خود کو تم پر ترجیح دی۔ تمہیں دیا بھی اور تمہارے ہی لئے خرچ بھی کیا، یہاں تک کہ اس سے مال بچا رہا۔ نبی



کریم ﷺ اس مال سے اپنے گھروں کے سالانہ اخراجات پورے فرماتے تھے اور باقی بیت المال میں جمع فرمادیتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ آنے والوں سے فرمایا: آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے؟ سب نے ہاں میں جواب دیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے بھی یہی سوال کیا۔ ان دونوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی رحمت کو اس دنیا سے بلا لیا۔ ان کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں۔ تم دونوں ان کے پاس آئے اور ایک (عباس رضی اللہ عنہ) اپنے بھتیجے کی اور یہ دوسرا (علی رضی اللہ عنہ) اپنی زوجہ کے والد کی طرف سے ملنے والی وراثت لینے کے لیے ان کے پاس گئے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا: ہماری (انبیاء کی) وراثت نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ سب صدقہ ہو جاتا ہے، لیکن تم دونوں نے انہیں جھوٹا، خائن اور گناہگار سمجھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ اس معاملے میں سچے، مخلص اور برحق تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اٹھا لیا۔ ان کے بعد میں رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہما کا جانشین بنا۔ تم نے مجھے بھی جھوٹا، خائن اور گناہگار سمجھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس میں سچا، مخلص اور برحق ہوں۔ یہ مال میرے تصرف میں آگیا۔ پھر آپ دونوں میرے پاس آئے۔ آپ دونوں کا ایک ہی دعویٰ تھا۔ اے عباس! آپ نے مجھ سے اس مال کا مطالبہ کیا۔ میں نے کہا: اگر تم دونوں چاہو تو میں یہ مال آپ کو اس شرط پر دے سکتا ہوں کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد و پیمان دو کہ اس مال کا تصرف اسی طریقے کے مطابق کرو گے، جو نبی اکرم ﷺ اس کے بارے میں اختیار کرتے تھے۔ تم نے اسی شرط پر وہ مال لے لیا۔ کیا بات ایسے ہی ہے؟ دونوں کہنے لگے: جی ہاں! اس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب تم مجھ سے اپنے مابین فیصلہ کروانے آ گئے ہو۔ اللہ کی قسم! اب قیامت تک میں تمہارے مابین فیصلہ نہیں



کروں گا۔ ہاں! اگر تم اس مال کے انتظام سے عاجز آ چکے ہو تو اسے واپس کر دو، (میں اس

کا انتظام خود کر لوں گا)۔ (صحیح البخاری: 3094، صحیح مسلم: 1757، واللفظ لہ)

شارح صحیح مسلم، حافظ، یحییٰ بن شرف، نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُ عُمَرَ: جِئْتُمَانِي تَكْلِمَانِي، وَكَلَّمْتُمَا فِي وَاحِدَةٍ، جِئْتَ يَا عَبَّاسُ تَسْأَلْنِي نَصِيْبَكَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ، وَجَأْتَنِي هَذَا يَسْأَلْنِي نَصِيْبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فِيهِ إِشْكَالٌ مَعَ إِعْلَامِ أَبِي بَكْرٍ لَهُمْ قَبْلَ هَذَا الْحَدِيثِ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نُورَثُ»، وَجَوَابُهُ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ إِنَّمَا طَلَبَ الْقِيَامَ وَحْدَهُ عَلَى ذَلِكَ، وَيَحْتِجُّ هَذَا بِقُرْبِهِ بِالْعُمُومَةِ، وَذَلِكَ بِقُرْبِ امْرَأَتِهِ بِالنُّبُوَّةِ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّهُمَا طَلَبَا مَا عَلِمَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْعَهُمَا مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ، وَبَيَّنَّ لَهُمَا دَلِيلَ الْمَنْعِ، وَاعْتَرَفَا لَهُ بِذَلِكَ.

”سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ پھر تم دونوں میرے پاس آئے، تم دونوں کا ایک ہی دعویٰ تھا۔ اے عباس! آپ مجھ سے اپنے بھتیجے کے ترکہ میں سے حصہ مانگتے تھے، اور یہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) اپنی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حصہ طلب کرتے تھے۔ یہاں یہ اشکال آتا ہے کہ یہ حدیث کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہمارا (انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی ان دونوں کو بتادی تھی (اس کے باوجود انہوں نے پھر مطالبہ کیوں کیا؟)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں (وراثت طلب کرنے نہیں، بلکہ) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اس لئے آئے تھے کہ دونوں میں سے ہر ایک کا مطالبہ تھا کہ مالِ فِذک وغیرہ پر اُس اکیلے کو نگران بنایا جائے۔ ان میں سے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ چچا ہونے کی قربت کو دلیل بنا رہے تھے، جبکہ دوسری طرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کی طرف



سے نبی کریم ﷺ کے ساتھ قرابت داری کو بطور دلیل پیش کیا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ دونوں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی اس میراث کا مطالبہ کر رہے تھے، جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا تھا اور جس سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ان دونوں کو روک دیا تھا اور ان دونوں نے اس حقیقت کو تسلیم بھی کر لیا تھا۔ (شرح صحیح مسلم: 74/12)

شارح صحیح بخاری، حافظ، احمد بن علی، ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) فرماتے ہیں:

وَفِي ذَلِكَ إِشْكَالٌ شَدِيدٌ، وَهُوَ أَنَّ أَصْلَ الْقِصَّةِ صَرِيحٌ فِي أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا قَدْ عَلِمَا بِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نُورُثُ»، فَإِنْ كَانَا سَمِعَاهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ يَطْلُبَانِهِ مِنْ أَبِي بَكْرٍ؟ وَإِنْ كَانَا إِنَّمَا سَمِعَاهُ مِنْ أَبِي بَكْرٍ، أَوْ فِي زَمَنِهِ بِحَيْثُ أَفَادَ عِنْدَهُمَا الْعِلْمَ بِذَلِكَ، فَكَيْفَ يَطْلُبَانِهِ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْ عُمَرَ؟ وَالَّذِي يَظْهَرُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ! حَمْلُ الْأَمْرِ فِي ذَلِكَ عَلَى مَا تَقَدَّمَ فِي الْحَدِيثِ الَّذِي قَبْلَهُ فِي حَقِّ فَاطِمَةَ، وَأَنَّ كُلًّا مِّنْ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسِ اعْتَقَدَ أَنَّ عُمُومَ قَوْلِهِ: «لَا نُورُثُ»، مَخْصُوصٌ بِبَعْضٍ مَا يَخْلُفُهُ دُونَ بَعْضٍ، وَلِذَلِكَ نَسَبَ عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ أَنَّهُمَا كَانَا يَعْتَقِدَانِ ظُلْمَ مَنْ خَالَفَهُمَا فِي ذَلِكَ، وَأَمَّا مُخَاصَمَةُ عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ بَعْدَ ذَلِكَ ثَانِيًا عِنْدَ عُمَرَ، فَقَالَ إِسْمَاعِيلُ الْقَاضِي، فِيمَا رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ مِنْ طَرِيقِهِ: لَمْ يَكُنْ فِي الْمِيرَاثِ، إِنَّمَا تَنَارَعَا فِي وَلَايَةِ الصَّدَقَةِ، وَفِي صَرَفِهَا كَيْفَ تُصَرَفُ؟ كَذَا قَالَ، لَكِنْ فِي رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ وَعُمَرَ بْنِ شَبَّةٍ مِنْ طَرِيقِ أَبِي الْبُخْتَرِيِّ مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُمَا أَرَادَا أَنْ يُقَسِّمَ



بَيْنَهُمَا عَلَى سَبِيلِ الْمِيرَاثِ، وَلَفْظُهُ فِي آخِرِهِ : ثُمَّ جِئْتُمَانِي الْآنَ تَخْتَصِمَانِ، يَقُولُ هَذَا : أُرِيدُ نَصِيْبِي مِنْ ابْنِ أَخِي، وَيَقُولُ هَذَا : أُرِيدُ نَصِيْبِي مِنْ أُمْرَاتِي، وَاللَّهِ ! لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا إِلَّا بِذَلِكَ، أَيُّ : إِلَّا بِمَا تَقَدَّمَ مِنْ تَسْلِيمِهَا لَهُمَا عَلَى سَبِيلِ الْوِلَايَةِ، وَكَذَا وَقَعَ عِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ طَرِيقِ عِكْرَمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ نَحْوَهُ، وَفِي السُّنَنِ لِأَبِي دَاوُدَ وَغَيْرِهِ، أَرَادَا أَنَّ عُمَرَ يُقَسِّمُهَا لِيَنْفَرِدَ كُلُّ مِّنْهُمَا بِنَظَرٍ مَا يَتَوَلَّاهُ، فَامْتَنَعَ عُمَرُ مِنْ ذَلِكَ، وَأَرَادَ أَنْ لَا يَقَعَ عَلَيْهَا اسْمُ قَسْمٍ، وَلِذَلِكَ أَقْسَمَ عَلَى ذَلِكَ، وَعَلَى هَذَا اقْتَصَرَ أَكْثَرُ الشُّرَاحِ وَاسْتَحْسَنُوهُ، وَفِيهِ مِنَ النَّظَرِ مَا تَقَدَّمَ، وَأَعْجَبُ مِنْ ذَلِكَ جَزْمُ ابْنِ الْجَوْزِيِّ ثُمَّ الشَّيْخِ مُحْيِي الدِّينِ بِأَنَّ عَلِيًّا وَعَبَّاسًا لَّمْ يَطْلُبَا مِنْ عُمَرَ إِلَّا ذَلِكَ، مَعَ أَنَّ السِّيَاقَ صَرِيحٌ فِي أَنَّهُمَا جَاءَاهُ مَرَّتَيْنِ فِي طَلَبِ شَيْءٍ وَاحِدٍ، لَكِنَّ الْعُدْرَ لِابْنِ الْجَوْزِيِّ وَالنَّوَوِيِّ أَنَّهُمَا شَرَحَا اللَّفْظَ الْوَارِدَ فِي مُسْلِمٍ، دُونَ اللَّفْظِ الْوَارِدِ فِي الْبُخَارِيِّ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ، وَأَمَّا قَوْلُ عُمَرَ : جِئْتَنِي يَا عَبَّاسُ ! تَسْأَلْنِي نَصِيْبَكَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ، فَإِنَّمَا عَبَّرَ بِذَلِكَ لِبَيَانِ قِسْمَةِ الْمِيرَاثِ، كَيْفَ يُقَسَّمُ أَنْ لَوْ كَانَ هُنَاكَ مِيرَاثٌ، لَا أَنَّهُ أَرَادَ الْغَضَّ مِنْهُمَا بِهَذَا الْكَلَامِ، وَزَادَ الْإِمَامِيُّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ شَبَّةٍ فِي آخِرِهِ : فَأَصْلَحَا أَمْرَكُمَا، وَإِلَّا لَمْ يَرْجِعْ، وَاللَّهِ، إِلَيْكُمَا، فَقَامَا وَتَرَكََا الْخُصُومَةَ، وَأُمْضِيَتْ صَدَقَةٌ، وَزَادَ شُعَيْبٌ فِي آخِرِهِ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ :



فَحَدَّثْتُ بِهِ عُرْوَةَ، فَقَالَ: صَدَقَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ، أَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ،
 فَذَكَرَ حَدِيثًا، قَالَ: وَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ مَنَعَهَا عَبَّاسًا، فَغَلَبَهُ
 عَلَيْهَا، ثُمَّ كَانَتْ بِيَدِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِيَدِ الْحُسَيْنِ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ،
 وَالْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ، وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا، وَرَوَى عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ
 مِثْلَهُ، وَزَادَ فِي آخِرِهِ: قَالَ مَعْمَرٌ: ثُمَّ كَانَتْ بِيَدِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنِ حَتَّى
 وَلَّى هَوْلَاءَ، يَعْنِي بَنِي الْعَبَّاسِ، فَقَبَضُوهَا، وَزَادَ إِسْمَاعِيلُ الْقَاضِي أَنَّ
 إِعْرَاضَ الْعَبَّاسِ عَنْهَا كَانَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ، قَالَ عُمَرُ بْنُ شَبَّهَةَ: سَمِعْتُ
 أَبَا غَسَّانَ، هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْمَدَنِيُّ، يَقُولُ: إِنَّ الصَّدَقَةَ الْمَذْكُورَةَ
 الْيَوْمَ بِيَدِ الْخَلِيفَةِ يَكْتُبُ فِي عَهْدِهِ، يُؤَلِّي عَلَيْهَا مِنْ قَبْلِهِ مَنْ يَقْبِضُهَا،
 وَيَقْرِقُهَا فِي أَهْلِ الْحَاجَةِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، قُلْتُ: كَانَ ذَلِكَ عَلَى رَأْسِ
 الْمِائَتَيْنِ، ثُمَّ تَغَيَّرَتِ الْأُمُورُ، وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ.

”اس حدیث میں سخت اشکال وارد ہوا ہے، کیونکہ اس قصہ میں صراحتاً موجود ہے کہ
 سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما دونوں جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ہم (انبیاء)
 اپنی کوئی وراثت نہیں چھوڑتے۔ اگر انہوں نے اس حدیث کو نبی کریم ﷺ سے سنا تھا، پھر
 انہوں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے وراثت کا مطالبہ کیوں کیا؟ اور اگر ان دونوں نے اس
 بات کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سنا یا ان کے دورِ خلافت میں اس علم سے مستفید ہوئے



تھے، تو انہوں نے بعد میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس کا مطالبہ کیوں کیا؟ معاملات کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر جو بات میری سمجھ میں آئی وہ یہ ہے کہ جو حدیث اس سے قبل سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں گزری ہے، اسی پر اسے محمول کیا جائے گا، یعنی سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہم تینوں یہ نظریہ رکھتے تھے کہ «لَا نُورُثُ» والی حدیث سے نبی کریم ﷺ کے بعض وارثوں کو استثنا حاصل ہے اور بعض کو نہیں۔ اس لئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما دونوں کی طرف یہ بات منسوب کی تھی کہ ان کے خیال میں جو شخص ان کی اس رائے سے اختلاف کرتا ہے، وہ ظلم کر رہا ہے۔ اب رہا سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کا وہ تنازع، جس کو لے کر وہ دوسری مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے، تو اس حوالے سے اسماعیل قاضی رحمہ اللہ اس روایت سے دلیل لیتے ہیں، جسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ ان دونوں کا تنازع میراث میں نہیں تھا، یہ جھگڑا صرف فدک وغیرہ کے مال کی نگرانی و تصرف کے بارے میں تھا، البتہ امام نسائی رحمہ اللہ اور عمر بن شبہ رحمہ اللہ نے ابو البختری سے ایک روایت نقل کی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ دونوں اس مال کو آپس میں وراثت کے اعتبار سے تقسیم کرنے کے خواہاں تھے۔ اس حدیث کے آخر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہیں کہ ابھی تم دونوں میرے پاس یہ جھگڑا لے آئے ہو، یہ (سیدنا عباس رضی اللہ عنہ) اپنے بھتیجے کی میراث سے حق مانگتے ہیں اور یہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) اپنی زوجہ محترمہ کے حق کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اس مال کو صرف اسی ایک انداز میں تقسیم کروں گا، جسے تم اس سے قبل تسلیم کر چکے ہو، یعنی اس پر صرف تمہاری نگرانی ہوگی۔ (یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے، ابو البختری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔) امام نسائی رحمہ اللہ (4153؛ وسندہ صحیح) نے عکرمہ بن خالد کے ایک دوسرے طریق سے بھی اسی طرح بات نقل کی ہے۔ سنن ابی داؤد وغیرہ میں بھی اسی



طرح روایت آتی ہے۔ وہ دونوں یہ چاہتے تھے کہ ان کے لئے مال کی نگرانی کو تقسیم کر دیا جائے، جتنے حصہ کی نگرانی ایک کے حصہ میں آئے، وہ اس پر نظر رکھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس سے روک دیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات کے خواہاں تھے کہ اس مال پر تقسیم کا لفظ نہ بولا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایسا نہ کرنے کی قسم اٹھائی تھی۔ اکثر شارحین نے اتنی ہی بات پر اکتفا کیا ہے اور اسی کو نگاہِ تحسین سے دیکھا ہے، مگر یہ گزشتہ بات محلِ نظر ہے، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اس سے بھی قابلِ تعجب بات حافظ ابن الجوزی اور حافظ نووی کی ہے کہ سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما دونوں نے یہی مطالبہ کیا تھا، حالانکہ حدیث کے سیاق میں یہ بات واضح ہے کہ وہ دونوں ہر مرتبہ ایک ہی چیز کا مطالبہ لے کر آئے تھے۔ مگر حافظ ابن الجوزی اور حافظ نووی رحمہما اللہ کی طرف سے یہ عذر مانا جاسکتا ہے کہ انہوں نے شرح کرتے ہوئے صرف صحیح مسلم کے الفاظ کو مد نظر رکھا ہے اور صحیح بخاری کے الفاظ کی طرف ان کی توجہ نہیں گئی، واللہ اعلم! رہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ اے عباس! آپ نے میرے پاس آ کر اپنے بھتیجے کی میراث سے حصے کا مطالبہ کیا تھا، تو اس قول سے ان کی مراد صرف میراث کی تقسیم کا بیان تھا کہ اگر یہ واقعی میراث ہے، تو اسے کیسے تقسیم کیا جائے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد ان دونوں صحابہ کی گفتگو کی تحقیر کرنا نہیں تھا۔ امامی نے اس روایت میں کچھ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں، جنہیں عمر بن شبہ نے ابن شہاب سے نقل کیا ہے، اس روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں: آپ دونوں اپنے معاملے کی اصلاح کر لو، ورنہ اللہ کی قسم! دوبارہ یہ مال تمہارے پاس نہیں آئے گا، اس پر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے اور اپنے تنازع کو ختم کر لیا۔ اس مال کو بطورِ صدقہ ہی جاری رکھا گیا۔ اس روایت کے آخر میں راوی شعیب نے یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں: ابن شہاب کا کہنا ہے کہ میں نے عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی، تو انہوں نے فرمایا: سیدنا مالک بن اوس رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کیا ہے، میں نے خود سیدہ



عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ یہ فرما رہی تھیں، پھر انہوں نے حدیث کا پورا قصہ بیان کیا۔ عروہ نے کہا: یہی وہ صدقہ ہے، جس کا انتظام پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو اس میں شریک نہیں کیا تھا اور وہ اس معاملے میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ پر غالب رہے۔ اس کے بعد یہ صدقہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آ گیا، پھر سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آ گیا، پھر امام علی بن حسین رضی اللہ عنہما پھر امام حسن بن حسن رضی اللہ عنہ اور پھر امام زید بن حسن رضی اللہ عنہ کے انتظام میں آ گیا اور یہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا۔ امام عبد الرزاق رضی اللہ عنہ نے معمر کے واسطے سے زہری سے اسی طرح روایت کی ہے، البتہ یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ معمر نے کہا: پھر وہ مال عبد اللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کے انتظام میں آ گیا، یہاں تک کہ بنو عباس اس کے والی بن گئے۔ اسماعیل قاضی رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ کو زیادہ کیا ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس سے اعراض کیا تھا۔ عمر بن شبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو غسان محمد بن یحییٰ مدنی کو یہ کہتے ہوئے سنا: اس وقت مذکورہ صدقہ کا انتظام خلیفہ وقت کے ہاتھ میں ہے، وہ اسی شخص کے سپرد کر دیتا ہے، جس کے قبضہ میں سابقہ حکمران کے دور میں تھا، وہ شخص شہر کے ضرورت مندوں کے درمیان تقسیم کرتا ہے۔ میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ یہ نظام دو صدیوں تک چلتا رہا، پھر اس میں تبدیلی آ گئی۔“ (فتح الباری شرح صحیح البخاری: 207/6)

✽ صحابی رسول، سیدنا ابو طفیل، عامر بن وائلہ، لیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَتْ: يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! أَنْتَ وَرِثْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ أَهْلُهُ؟ قَالَ: لَا، بَلْ أَهْلُهُ، قَالَتْ: فَمَا بَالُ الْخُمْسِ؟ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا أَطْعَمَ اللَّهُ نَبِيًّا طُعْمَةً ثُمَّ قَبَضَهُ، كَانَتْ لِلَّذِي يَلِي بَعْدَهُ»، فَلَمَّا وَلِيَتْ رَأَيْتُ أَنْ أُرَدَّهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، قَالَتْ: أَنْتَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمُ، ثُمَّ رَجَعَتْ.

”سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! نبی کریم ﷺ کے وارث آپ رضی اللہ عنہ ہیں یا آپ ﷺ کے اہل بیت؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی کریم ﷺ کا وارث نہیں ہوں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت ہی آپ رضی اللہ عنہ کے وارث ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو پھر مالِ خمس کا کیا بنے گا؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو کوئی مال عطا فرماتا ہے، پھر اپنے پاس بلا لیتا ہے، تو اس مال کا نظم و نسق اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا، جو خلیفہ وقت ہوگا۔ چنانچہ جب میں خلیفہ بنا، تو یہ مناسب سمجھا کہ اس مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دوں۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس معاملے میں آپ اور رسول اللہ ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، پھر آپ رضی اللہ عنہا چلی گئیں۔“

(مسند الإمام أحمد: 4/1، السنن الكبرى للبيهقي: 303/6، والسياق له، وسنده حسن)

مؤرخ اسلام اور مفسر قرآن، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (700-774ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ رَوَيْنَا أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا احْتَجَّتْ أَوَّلًا بِالْقِيَّاسِ وَبِالْعُمُومِ فِي الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ، فَأَجَابَهَا الصِّدِّيقُ بِالنَّصِّ عَلَى الْخُصُوصِ بِالْمَنْعِ فِي حَقِّ النَّبِيِّ، وَأَنَّهَا سَلَّمَتْ لَهُ مَا قَالَ، وَهَذَا هُوَ الْمَطْنُونُ بِهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا.

”بلاشبہ ہمارے پاس ایک روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اولاً تو آیت کریمہ کے عموم سے قیاس کرتے ہوئے اپنی دلیل بنائی، لیکن جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے واضح

نص سے اس کا جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کی میراث کے بارے میں تقسیم نہ ہونے کا خاص حکم ہے، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ فرمانِ رسول ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا۔ جگر گوشہ رسول ﷺ سے ایسا ہی گمان کیا جاسکتا تھا۔“

(البدایۃ والنہایۃ : 309/5)

فائدہ ① :

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت ہے کہ :

لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ : ﴿وَأَتِذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ﴾ (بنی اسرائیل 17 : 26) دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فَأَعْطَاهَا فَدَكَ .
”جب یہ فرمانِ باری تعالیٰ نازل ہوا کہ اپنے عزیز و اقارب کو ان کا حق دیجئے، تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر باغِ فدک دے دیا۔“

(مسند البزار (كشف الأستار) : 2223)

لیکن یہ روایت باطل ہے۔

اس کے راوی عطیہ عوفی کو جمہور محدثین کرام نے ”ضعیف“ قرار دیا۔

(تہذیب الأسماء واللغات للنووی : 48/1، طرح التثريب لابن العراقي : 42/3، مجمع

الزوائد للهيثمی : 412/1، البدر المنير لابن الملقن : 463/7، عمدة القاري للعيني : 250/6)

اس کو امام یحییٰ بن سعید قطان، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم رازی، امام ابوزرعہ رازی، امام نسائی، امام ابن عدی، امام دارقطنی، امام ابن حبان اور علامہ جوزجانی وغیرہ نے ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہو گیا تھا، جیسا کہ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

أَمَّا عَطِيَّةٌ، فَاجْتَمَعُوا عَلَى تَضْعِيفِهِ .

”عطیہ عونی کے ضعیف ہونے پر محدثین کرام نے اتفاق کر لیا ہے۔“

(الموضوعات: 386/1)

نیز حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مُجْمَعٌ عَلَىٰ ضُعْفِهِ .

”اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کرام کا اجماع ہے۔“ (المغنی فی الضعفاء: 62/2)

حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَهُوَ ضَعِيفٌ بِإِجْمَاعِهِمْ .

”یہ باتفاقِ محدثین ضعیف ہے۔“ (البدر المنیر: 313/5)

یہ تدلیس کی بُری قسم میں بُری طرح ملوث تھا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ضَعِيفُ الْحِفْظِ، مَشْهُورٌ بِالتَّدْلِيسِ الْقَبِيحِ .

”یہ کمزور حافظے والا تھا اور بُری تدلیس کے ساتھ مشہور تھا۔“

(طبقات المدلسین، ص: 50)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

هَذَا بَاطِلٌ، وَلَوْ كَانَ وَقَعَ ذَلِكَ لَمَا جَاءَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَطْلُبُ شَيْئًا، هُوَ فِي حَوْزِهَا وَمِلْكِهَا .

”یہ روایت باطل ہے، اگر واقعی ایسا ہوتا، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس چیز کا مطالبہ کرنے نہ

آتیں جو پہلے سے ان کے پاس موجود اور ان کی ملکیت میں تھی۔“ (میزان الاعتدال: 135/3)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَهَذَا الْحَدِيثُ مُشْكَلٌ لَوْ صَحَّ إِسْنَادُهُ، لِأَنَّ الْآيَةَ مَكِيَّةً، وَفَدَكُ إِنَّمَا

فُتِحَتْ مَعَ خَبِيرَ سَنَةِ سَبْعٍ مِنَ الْهَجْرَةِ، فَكَيْفَ يَلْتَمِمْ هَذَا مَعَ هَذَا؟

”اگر اس روایت کی سند صحیح بھی ہو، تو اس میں اشکال ہے، کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور فدک



تو سات ہجری میں خیبر کے ساتھ فتح ہوا۔ کیسے اس آیت کو اس واقعہ کے ساتھ ملایا جاسکتا ہے۔“
(تفسیر ابن کثیر: 69/5، بتحقیق الدكتور سلامة)

فائدہ ②: خلیفہ ثانی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ:

لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي تُوفِّيَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُويعَ لِأَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَدِ جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ مَعَهَا عَلِيٌّ، فَقَالَتْ: مِيرَاثِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ أَبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمِنَ الرِّثَّةُ أَوْ مِنَ الْعُقَدِ؟ قَالَتْ: فَذُكْ وَخَيْرٌ وَصَدَقَاتُهُ بِالْمَدِينَةِ أَرِثُهَا، كَمَا يَرِثُكَ بَنَاتُكَ إِذَا مِتَّ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَبُوكَ وَاللَّهِ خَيْرٌ مِنِّي، وَأَنْتِ وَاللَّهِ خَيْرٌ مِنِّي بَنَاتِي، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكَنَا صَدَقَةٌ»، يَعْنِي هَذِهِ الْأَمْوَالُ الْقَائِمَةُ، فَتَعْلَمِينَ أَنَّ أَبَاكَ أَعْطَاكِهَا، فَوَاللَّهِ! لَئِنْ قُلْتُ نَعَمْ، لَأَقْبِلَنَّ قَوْلَكَ وَلَأُصَدِّقَنَّكَ، قَالَتْ: جَائِئْنِي أَمْ أَيْمَنَ، فَأَخْبَرْتَنِي أَنَّهُ أَعْطَانِي فَذُكْ، قَالَ: فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ هِيَ لَكَ؟ فَإِذَا قُلْتُ: قَدْ سَمِعْتُهُ، فَهِيَ لَكَ، فَأَنَا أَصَدِّقُكَ، وَأَقْبِلُ قَوْلَكَ، قَالَتْ: قَدْ أَخْبَرْتُكَ مَا عِنْدِي.

”جس دن رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے، اسی روز سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی گئی۔ دوسرا دن ہوا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں، انہوں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: میرے والد رسول اللہ ﷺ کی میراث مجھے دی جائے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اسبابِ خانہ داری

سے یا جائیداد سے؟ سیدہ نے کہا: فدک، خیر اور صدقاتِ مدینہ کی میں وارث ہوں، جیسا کہ جب آپ ﷺ فوت ہوں گے، تو آپ ﷺ کی بیٹیاں آپ کی وارث ہوں گی۔ سیدنا ابو بکر ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ ﷺ کے والد مجھ سے بہتر تھے اور اللہ کی قسم! آپ میری بیٹیوں سے بہتر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ہم (انبیاء) کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آپ کی مراد یہی اموال موجودہ تھے۔ آپکو یقین ہے کہ آپ کے والد ﷺ نے یہ اموال آپ کو دے دیے ہیں؟ اللہ کی قسم! اگر آپ ہاں کہہ دیں تو میں ضرور آپ کی بات کو ماننے ہوئے آپ کی تصدیق کروں گا۔ سیدہ نے کہا: میرے پاس ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک مجھے دے دیا ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فدک آپ کے لئے ہے۔ اگر آپ یہ کہہ دیں تو میں آپ رضی اللہ عنہا کی تصدیق کروں گا اور آپ کی بات مان لوں گا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جو دلیل میرے پاس تھی، اس سے میں نے آپ کو آگاہ کر دیا ہے۔“ (الطبقات الكبرى لابن سعد: 241/2)

لیکن یہ جھوٹ کا پلندہ ہے، جسے محمد بن عمر واقدی ”کذاب و متروک“ نے جمع کیا ہے۔

فائدہ (۳): فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا * يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾

(مریم: 19-5-6)

”(زکریا علیہ السلام نے دُعا کی: اے میرے رب) مجھے اپنی جناب سے اولاد عطا فرما، جو

میری اور آلِ یعقوب کی وارث بنے۔“

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ (سورة النمل 27 : 16)

”اور سلیمان علیہ السلام، داؤد علیہ السلام کے وارث بنے۔“

ان دونوں مقامات پر انبیاء کرام کی وراثت سے مراد مال و جائیداد نہیں، بلکہ علم نبوت اور حکمت ہے، جیسا کہ:

مفسر قرآن، حافظ، اسماعیل بن عمر، ابن کثیر رحمہ اللہ (700-774ھ) فرماتے ہیں:

﴿يَرِثُنِي﴾ عَلَى مِيرَاثِ النُّبُوَّةِ، وَلِهَذَا قَالَ : ﴿وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾، كَمَا قَالَ تَعَالَى : ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ (النمل 27 : 16)،
أَيَّ فِي النُّبُوَّةِ، إِذْ لَوْ كَانَ فِي الْمَالِ لَمَا خَصَّه مِنْ بَيْنِ إِخْوَتِهِ بِذَلِكَ، وَلَمَا كَانَ فِي الْإِخْبَارِ بِذَلِكَ كَبِيرٌ فَائِدَةٌ، إِذْ مِنَ الْمَعْلُومِ الْمُسْتَقَرِّ فِي جَمِيعِ الشَّرَائِعِ وَالْمِلَلِ أَنَّ الْوَلَدَ يَرِثُ أَبَاهُ، فَلَوْلَا أَنَّهَا وَرَاثَةٌ خَاصَّةٌ لَّمَّا أَخْبَرَ بِهَا، وَكُلُّ هَذَا يَقْرُرُهُ وَيُثَبِّتُهُ مَا صَحَّ فِي الْحَدِيثِ.

”﴿يَرِثُنِي﴾ سے میراث نبوت مراد ہے، اسی لیے فرمایا گیا کہ وہ میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ (سورة النمل 27 : 16) اور سلیمان علیہ السلام، داؤد علیہ السلام کے وارث بنے۔ یہاں بھی نبوت میں وارث بننا مراد ہے۔ اگر اس سے مالی وراثت مراد ہوتی تو سیدنا زکریا علیہ السلام اپنے بھائیوں میں سے ایک ہی کو کیوں خاص کرتے؟ نیز مالی وراثت کی بات بتانا کوئی بڑا فائدہ نہ تھا، جبکہ یہ بات معلوم شدہ ہے کہ تمام شریعتوں اور ملتوں میں یہ بات مسلسل چلی آرہی ہے کہ باپ کی میراث میں اولاد وارث ہوتی ہے۔ اگر یہ میراث خاص نہ ہوتی تو اس کی خبر دینے کی کیا ضرورت تھی؟ احادیث صحیحہ کے تمام دلائل اسی بات کو ثابت کرتے ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر : 213/5، بتحقیق الدكتور سلامة)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ”اسی موقف کو امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اختیار کیا ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر: 213/5، بتحقیق الدكتور سلامة)

الحاصل: اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ انبیائے کرام کی وراثت تقسیم نہیں

ہوتی، بلکہ جو مال و متاع وہ چھوڑ کر جائیں، وہ صدقہ ہو جاتا ہے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغِ فدک کو بطور وراثت تقسیم کرنے سے صرف اس لیے انکار کیا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا ہوا تھا کہ انبیاء کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبے پر انہوں نے یہی فرمان رسول پیش فرمایا تھا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے باغِ فدک کا بطور وراثت ان کی مطالبہ اجتہادی خطا تھی، جس سے انہوں نے حدیث نبوی سننے کے بعد رجوع فرمالیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل بیت میں سے کسی نے بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے ملامت نہیں کیا، نہ ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فدک کو بطور وراثت تقسیم کیا۔

رہیں وہ روایات جن میں باغِ فدک سے حصہ نہ ملنے پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کلام نہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، تو ان روایات کی اصل مراد یہ ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے وراثت کے مطالبے کے حوالے سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی کلام نہیں کی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی سننے کے بعد وہ اپنے مطالبے سے دستبردار ہو گئی تھیں۔

اور جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئی تھیں، رائج یہی ہے سیدہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی کی وفاتِ حسرتِ آیات پر اس قدر افسردہ تھیں اور اپنے خانگی معاملات میں اس قدر مصروف ہوئیں اور پھر صرف چھ ماہ بعد وفات پا گئیں، تو سمجھنے والے نے یہ سمجھ لیا کہ وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہیں۔

لہذا فدک کے معاملے کو بنیاد بنا کر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو غاصب قرار دینا عقلی و نقلی کسی حوالے سے درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبتِ صحابہ پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔